قبسات القباس

(محمد عباس رفعت شروانی کی ایک فارسی تصنیف)

(از جناب سید حیدر عباس صاحب رضوی لکچرر شعبۂ اردو سیفیہ کالج، بھوپال)

محمد عباس رفعت شروانی کا نام ادبی حلقوں میں تلمیذ مرزا غالب کی حیثیت سے بخوبی متعارف ہے۔ وہ عربی اور فارسی میں قدرتِ کاملہ رکھتے تھے اور نظم و نثر دونوں ان کے قلم فکر کی جولانگاہ تھے۔ عربی فارسی اور اُردو تینوں زبانوں میں شعر کہتے تھے لیکن ان کی شہرت کا انحصار شاعری سے زیادہ نثر نگاری پر ہے۔ اس کا ایک سبب تو شاید یہ ہے کہ ان کی شاعری کا کوئی مجموعہ دستیاب نہیں ہے اس لئے کہ شاعری سے وہ ایک مرتبہ ایسے بے زار ہوئے کہ اپنا تمام شعری سرمایہ غرقِ آب کر دیا حالاں کہ بعد کو انھیں اس پر افسوس بھی ہوا۔ اس واقعہ کے بعد جو تھوڑے بہت اشعار انھوں نے کہے انھیں مختلف تصانیف میں درج کرتے گئے چنانچہ نور دیدہ[1] کے رقعہ اول میں تحریر کرتے ہیں :۔

"از ابتدائے سن تمیز تا کمال ایام جوانی در رزشِ سخن مودم و دریکہ تانان این میدان دل آملم روزے از نا ہنجاری جہل کہ درین عالم بشیراز وارہ اندبر آشفتم و سفینہ چند ہزار شعر در آب انداختم ازاں وقت تا ایں وقت اتفاقاً انچہ گفتہ ام متفرق در رسائل خود نوشتہ ام[1]۔"

---

[1] نور دیدہ (قلمی مسودہ) محمد عباس رفعت :

اس کے علاوہ یہ بات بھی قابلِ لحاظ ہے کہ رفعت کے ادبی سرمایہ میں نثر کی تعداد نظم کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہے۔ نور دیدہ کے رقعۂ چہارم میں رفعت نے اپنی تصانیف کی جو فہرست درج کی ہے اس میں نثری تصانیف زیادہ ہیں۔

رفعت نے نور دیدہ میں اپنی ستائیس تصانیف کے نام درج کئے ہیں[1]۔ ان میں سے پندرہ کو انھوں نے "مفقود است" لکھا ہے۔ مفقود تصانیف کے نام اس طرح ہیں:۔

۱۔ خیر العمل (در فقہ) ۲۔ سر من رائے (رسالہ در کلام) ۳۔ شہنشاہ نامہ (مثنوی اُردو در غزوات نبوی) ۴۔ خیالات رفعت (دیوان غیر مرتب بود در آب رفت) ۵۔ گلزار رفعت (در وقائع سیر دکن) ۶۔ گل نسرین (در علم اخلاق) ۷۔ مراسلات عبایہ (انشاء) ۸۔ چار باغ رفعت (حکایات) ۹۔ نور مشتری ترجمہ اخلاق ناصری ۱۰۔ سراج الاقبال (در تاریخ) ۱۱۔ گل صد برگ (انشائے فارسی بے آمیزش عربی) ۱۲۔ تاج اللطائف (در لطائف و ظرائف) ۱۳۔ انوار الغزالہ (در ذکر اہل بیت) ۱۴۔ جواب باصواب (در کلام) ۱۵۔ صفات جہانگیری (در مدح نواب جہانگیر محمد خاں) اور موجود تصانیف کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ قبسات لقباس (انشاء) ۲۔ قیصر نامہ (تاریخ روم) ۳۔ دل فروز (مثنوی) ۴۔ زینت الانشاء (انشاء) ۵۔ عمدۃ الاخبار (تاریخ بوہرا) ۶۔ انیس الجلیس (در فنِ تاریخ) ۷۔ رواں افزا (در فنِ تاریخ) ۸۔ ہوش افزا (در فنِ تاریخ) ۹۔ چشمہ نوش (آئین شاہی) ۱۰۔ قلائد الجواہر (انشاء) ۱۱۔ سلک گوہر اور ۱۲۔ نور دیدہ۔

نور دیدہ کے دیباچہ میں رفعت کی ایک اور تصنیف "قرۃ العین" کا ذکر بھی ملتا ہے۔

---

[1] "بھوپال اور غالب" میں اُستاذی عبد القوی دسنوی صاحب نے رفعت کی ۶۲ تصانیف کی فہرست درج کی ہے ممکن ہے کہ اس میں سے بیشتر تصانیف نور دیدہ کی تکمیل کے بعد عالم وجود میں آئی ہوں۔

جس کے بیشتر مطالب بعد کو انھوں نے اپنی تصنیف "تاج الاقبال" میں شامل کر دیئے تھے ۔ اس کے علاوہ بھوپال سے دستیاب شدہ خطوطِ غالب میں سے فارسی خط پر لکھی ہوئی عبارت سے رفعت کے ایک اور رسالہ "نور العین" کے وجود پر بھی روشنی پڑتی ہے ۔

یہ امر تعجب خیز ہے کہ رفعت نے نور دیدہ کے دیباچہ میں تذکرہ کے باوجود اپنی تصانیف کی فہرست میں قرۃ العین اور تاج الاقبال کو محسوب نہیں کیا اور رسالہ نور العین کو بھی فراموش کر دیا!

رفعت کا وہ ادبی سرمایہ بھی جو نور دیدہ کی تصنیف کے وقت موجود تھا دستبرد زمانہ سے محفوظ نہ رہ سکا ۔ ان کی ایک تصنیف "قبسات القباس" حال ہی میں دستیاب ہوئی ہے ۔ اوائل سنہ ۱۹۶۹ء میں سیفیہ کالج بھوپال نے شعبہ اُردو کے لئے بھوپال کتاب گھر سے رفعت کی تصنیف "نور دیدہ" کے دو قلمی نسخے جن میں سے ایک مسودہ ہے اور دوسرا مبیضہ خرید کئے ۔ مسودہ بہت زیادہ خستہ حالت میں ہے اس کا بیشتر حصہ خط شکست میں لکھا گیا ہے اور اس کی عبارت میں ترمیم و تنسیخ بھی بہت کی گئی ہے ۔ مبیضہ بہت صاف اور خوشخط ہے چنانچہ مبیضہ ہی کو عام طور پر مطالعہ کے لئے استعمال کیا جاتا رہا اور مسودہ کو محفوظ کر دیا گیا ۔ سنہ ۱۹۷۰ء میں نور دیدہ کے مبیضہ کے درج شدہ ایک تحریر کی تصدیق کے سلسلہ میں مسودہ کو دیکھنے کی ضرورت پیش آئی تو اندازہ ہوا کہ مسودہ اور مبیضہ میں بعض اختلافات ہیں مثلاً یہ کہ بعض حواشی براہِ راست مبیضہ میں بڑھا دیئے گئے ہیں مسودہ میں ان کا کہیں پتہ نہیں ہے مبیضہ رجسٹر سائز کے لائن دار لیجر پیپر پر ہے جب کہ مسودہ میں مختلف اقسام کے سادہ کاغذ استعمال کئے گئے ہیں ۔ مسودہ میں کہیں کہیں درمیان میں سادہ صفحات بھی ملتے ہیں ۔ مسودہ اور مبیضہ دونوں میں نور دیدہ کے بعد رفعت کے والد شیخ محمد احمد یمنی کی تصنیف "خلاصہ نافعہ" کی نقل بھی شامل ہے ۔ مسودہ میں اس کے بعد رفعت کے چند فارسی خطوط کی جو انھوں نے وقتاً فوقتاً مختلف لوگوں کے نام لکھے نقلیں اور دیگر فارسی تحریریں شامل ہیں مسودہ کی عام حالت کے پیشِ نظر یہ بھی نور دیدہ کا ایک حصہ معلوم ہوتا ہے زیادہ سے زیادہ اسے مجموعہ رقعات[1] کہا جا سکتا ہے ۔ لیکن درحقیقت

---

[1] راقم الحروف نے اپنے مضمون "بنام غالب" مشمولہ مجلہ سیفیہ غالب نمبر سنہ ۱۹۷۰ء میں اس کو مجموعہ رقعات ہی لکھا ہے۔

یہ رفعت کی تصنیف "قبسات القیاس" ہے

قبسات القیاس ۱۱۵ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں کاغذ کو ہر دو جانب سے لکھنے کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ اس کے اوراق نور دیدہ کے مسودہ کے عام اوراق کے مقابلہ میں کچھ چھوٹے ہیں یعنی نور دیدہ کے مسودہ کا سائز ۷ × ۱۱ ہے جب کہ قبسات القیاس کا سائز ۶½ × ۱۰ ہے نور دیدہ کے مسودہ پر "انشائے نور دیدہ"[1] درج ہے اور رفعت کے والد شیخ محمد احمد یمنی کی تصنیف سے پہلے جلی قلم سے "خلاصہ نافعہ" تحریر ہے لیکن قبسات القیاس سے پہلے کوئی عنوان نہیں لکھا گیا ہے مسودہ کی جلد کے اوپر ٹھیک درمیانی حصہ میں سفید کاغذ چسپاں کر کے مشمولات کی تفصیل درج کی گئی ہے[2] اس میں بھی اس رسالہ کو "کتاب لامعلوم الاسم ــــ ۱۱۶ صفحہ[3]" لکھا گیا ہے۔

قبسات القیاس کا پہلا صفحہ بالکل سادہ ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسے عنوان لکھنے کے لئے سادہ چھوڑ دیا گیا ہے صفحہ نمبر کے لحاظ سے یہی پہلا صفحہ ہے اس کی پشت پر صفحہ نمبر "۲" درج ہے صفحہ نمبر "۲" کے زیریں نصف حصہ میں بسم اللہ الرحمان الرحیم کے بعد فارسی رسم الخط میں بزبان عربی مختصر تمہید ہے جس میں حمد و نعت و منقبت کے بعد کتاب کا نام اور غرض تصنیف تحریر ہے :-

" الحمد للہ لمن کرمنا بجواھر العقل والحواس جلت قدرتہ عن الحصر
والقیاس والصلوٰۃ والسلام علی مولانا طیب الانفاس الذی وجبت
علینا طاعۃ بالعین والراس اعنی سید نا و نبینا محمد اشرف
الناس وآلہ المنزھین عن الادناس المطھرین من الارجاس
وصحبہ المنتجبین الاکیاس وبعد فیقول محرر ھذا الکراس نجل احمد الیمنی

---

[1] "انشائے نور دیدہ" بھوپال کتاب گھر کے مالک جناب اسماعیل صاحب کا تحریر کردہ ہے

[2] یہ تفصیلات بھی بھوپال کتاب گھر کے مالک جناب اسماعیل صاحب کی تحریر کردہ ہیں

[3] رسالہ میں صرف ۱۱۵ تک صفحہ نمبر لکھے ہوئے ہیں آخری تین صفحات سادہ ہیں ان پر کوئی نمبر بھی نہیں ہے۔

المدعو لجباس هذا شی من نتائج فکری سمیته قبسات القباس
ونمنمة علی بیاض هذا القرطاس بسواد عین الحور بالانفاس لعلدی
ابو القاسم الفراس طول الله عمره کعمر الیاس وزرقه فهما لامعا
کضوء النبراس بحرمة خیر البشر وایمه الاثنی عشر الذین بینهم لدین لنسطاس
وکل منهم فی غایات مراتب ودای الوری هرماس ؎

رسالہ میں تاریخ تصنیف کہیں درج نہیں ہے کہ اس کے زمانہ تصنیف کا اندازہ ہو سکے نیز اس میں شامل تحریروں کی ترتیب بھی غیر تاریخی ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ رسالہ میں چار جگہ سن موجود ہے ایک منشور منشور میں جو صفحہ ۳۲ سے ۴۳ تک پھیلا ہوا ہے۔ اس میں رفعت نے آغاز آفرینش سے اپنے دور تک کے حالات اور اپنے مذہبی عقائد وغیرہ اجمالی طور پر تحریر کئے ہیں اس تحریر کے درمیان میں سن ۱۲۷۸ھ تحریر ہے :۔

"از زمان آدم صفی تا ایں دم کہ آغاز سال ۱۲۷۸ھ ہجری ست ہزاراں سلاطین وحکام در وجود آمدند"

یہ تحریر واضح طور پر آغاز سال ۱۲۷۸ھ ہجری کی ہے۔ دوسرے منشی سروپ نرائن کے نام تحریر کردہ خط میں ۱۲۸۰ھ ہجری کا حوالہ موجود ہے۔ یہ خط تقریباً تین صفحات پر مشتمل ہے اور صفحہ ۵۲ سے ۵۵ تک ہے۔ اس خط میں رفعت نے منشی سروپ نرائن کو احترام الدولہ حکیم احسن اللہ خاں بہادر سے اپنی ملاقات کا ذکر کیا ہے اور اُن کے دہلی جانے کی اطلاع دی ہے :۔

"جناب محتشم نہم ایں ماہ ۱۲۸۰ھ ہجری بدہلی نہضت نمودند و داغ جدائی بر دل ہوا خواہاں نہادند"

اس خط میں "نہم ایں ماہ ۱۲۸۰ھ ہجری" سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ خط اسی ماہ کی کسی تاریخ کو تحریر کیا گیا ہے اور ۱۲۸۰ھ ہجری سے متعلق ہے۔ تیسرے منشی سید واصل کے مکان پر منعقدہ دعوت اور مشاعرہ کے بیان کے آخر میں ۱۲۵۹ھ ہجری تحریر ہے :۔

"وکان انعقاد ھذا المجلس فی لیل التاسع من شھر رجب ۱۲۵۹ھ ہجری"

یہ تاریخ انعقاد مجلس کی ہے اسے تحریر کی تاریخ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ چوتھے نواب صدیق حسن خاں کے نام ایک خط میں ۱۲۷۴ھ ہجری کا حوالہ موجود ہے:-

"تازہ خبر این است کہ ایاغ لکھنؤ شکست بست وششم جمادی الاولی ۱۲۷۴ھ ہجری بصدور تش بجا ماندو نہ ہیولیٰ۔"

"تازہ خبر" اس بات کی دلیل ہے کہ تحریر ۱۲۷۴ھ ہجری کی ہے۔

محولہ تحریروں میں سنین موجود ہیں لیکن ان کی ترتیب تاریخی نہیں ہے ۱۲۷۵ھ اور ۱۲۸۰ھ ہجری کے بعد ۱۲۷۴ھ ہجری کی تحریر ہے ان تاریخوں سے رسالہ کے زمانہ تصنیف کے بارے میں کسی قطعی رائے کے قائم کرنے میں کوئی مدد نہیں ملتی صرف اس قدر کہا جا سکتا ہے کہ قبسات القباس میں رفعت کی تحریر کردہ ایک ادبی مجلس منعقدہ ۱۲۵۹ھ ہجری کی روئداد شامل ہے نیز یہ کہ رفعت نے اپنی تصنیف نور دیدہ میں، جو بست ویکم محرم ۱۲۹۰ھ کو شروع ہو کر "ماہ ذی الحجہ الحرام ظہید روز عید غدیر" کو مکمل ہوئی، اس رسالہ کو ایک منفرد تصنیف کی حیثیت سے درج کیا ہے چنانچہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ۱۲۹۰ھ ہجری سے قبل ہی یہ رسالہ پایہ تکمیل کو پہنچ چکا تھا۔

قبسات القباس میں رفعت کی اٹھاون تحریریں شامل ہیں۔ ان میں سے پہلی تحریر ایک خط ہے جو ارسطو جاہ مولوی رجب علی خاں بہادر کے نام ہے اور آخری تحریر بھی ایک خط ہے جس کے مکتوب الیہ شجاع الدولہ مختار الملک نواب تراب علی خاں سالار جنگ والی حیدرآباد ہیں۔ قبسات القباس کی تحریروں کی تفصیل اس طرح ہے:-

۱۔ ارسطو جاہ مولوی رجب علی خاں بہادر — ۵ خطوط، ۲۔ سید تفضل حسین عطا منشی بارگاہ سالار جنگ شجاع الدولہ — ۳ خطوط، ۳۔ منشی سید کریم علی — ۱ خط، ۴۔ مرزا غالب — ۲ خطوط اور ایک فارسی غزل، ۵۔ مولوی محمد نواز مدرس مدرسہ سیہور — ۱ خط، ۶۔ لالہ لال جی خزانچی بھوپال — ۱ خط، ۷۔ شمس الامراء بہادر

— اخط، ۸ ۔منشی کنج بہاری لال — اخط ۹۔حاجی محمد خاں میر منشی ریزیڈنٹی اجمیر — ۴ خطوط، ۱۰ ۔منشی احمد علی میر منشی نواب فوج دار محمد خاں بہادر — اخط، ۱۱۔مولوی سید گلشن علی جون پوری — اخط، ۱۲۔میر اسد علی حیدر آبادی — اخط، ۱۳۔منشی سروپ نرائن میر منشی سنٹرل انڈیا — اخط، ۱۴۔منشی محمد الیاس مدراسی — اخط، ۱۵۔پیر عبداللہ شاہ صوفی — اخط، ۱۶۔نواب سلطان الدولہ رئیس الملک بہادر میر جہاں گیر علی خاں سلیماں جاہ حیدر آباد دکن — اخط، ۱۷۔منشی محمد جان رئیس پونہ — اخط، ۱۸۔ قاسم علی خاں — اخط، ۱۹۔لالہ برجونجی لال — اخط، ۲۰۔محمد احمد مرحوم (برادر رفعت) — اخط، ۲۱۔منشی سید اعظم علی اورنگ آبادی — اخط، ۲۲۔میر ناصر علی نصیر — اخط، ۲۳۔میر واصل علی — اخط، ۲۴۔منشی محمد اسحاق شاہجہاں پوری — اخط، ۲۵۔منشی مظہر علی خاں — اخط، ۲۶۔منشی سید حسین علی — اخط، ۲۷۔منشی غلام صفدر — اخط، ۲۸۔منشی عبد المجیب — اخط، ۲۹۔منشی عبد الوہاب — اخط، ۳۰۔علی جان نقاش — اخط، ۳۱۔مولوی صدیق حسن خاں میر دبیر ریاست بھوپال — ۲ خطوط، ۳۲۔سید حافظ علی — اخط، ۳۳۔مولوی محمد عمر صوفی — اخط، ۳۴۔مولوی امداد علی خیر آبادی — اخط، ۳۵۔شجاع الدولہ مختار الملک نواب تراب علی خاں سالار جنگ وزیر والیٔ حیدر آباد دکن — اخط، ۳۶۔شخصے بنام سید — ۲ خطوط، ۳۷۔شخصے بنام شخصے — اخط، ۳۸۔دوسروں کی فرمائش پر — ۵ خطوط، ۳۹۔ منشور منثور — ایک، نیز ۴۰۔روداد دعوت ومشاعرہ — ایک۔

رفعت کے مکتوب الیہم میں غالبؔ، ارسطو جاہ، نواب صدیق حسن خاں اور تراب علی خاں سالار جنگ کے علاوہ تقریباً سب غیر معروف ہیں۔ان میں سے جن کا تعلق شعرگوئی سے ہے ان کے حالات مختصراً ایک ایک دو دو جملوں میں رفعت نے نور دیدہ کے رقعۂ اول میں جس کی نوعیت تذکرہ کی سی ہے تحریر کئے ہیں چنانچہ ارسطو جاہ

کے متعلق تحریر کرتے ہیں :-

" ارسطو جاہ مولوی سید رجب علی خاں بہادر از مقربین دولت انگلشیہ بود ۲۰ رجمادی الثانی ۱۲۶۶ھ ہجری بعارضہ تپ و سرسام برکوہ شملہ انتقال نمود شیعہ غالی است و صاحب فکر عالی نظمش بسیار خوب و نثرش بغایت مرغوب"

منشی سید تفضل حسین عطا کا ذکر اس طرح کیا ہے :-

" منشی سید تفضل حسین عطا اثنا عشری المذہب مرد مہذب و فاضل ناظم و ناثر کامل در حیدرآباد دکن نوکر شجاع الدولہ مختار الملک نواب تراب علی خاں سالار جنگ وزیر مختار سرکار نظام الملک آصف جاہ والی دکن بود ۱۲۸۵ھ ہجری مراحل عمر عزیز طے نمود"

منشی کنج بہاری لال کے متعلق لکھتے ہیں :-

" ثانی بہار و مسرت منشی کنج بہاری لال خلف شاگرد مرزا رفیع الدرجات نزہت رام پوری در ایام دولت نواب جہانگیر محمد خاں بہادر شمشیر جنگ پیش میر واصل علی پیش دست نائب ریاست برعہدہ منشی گری در بھوپال روشناس بود باز حسب الطلب نواب محمد سعید خاں بہادر والی رام پور استعفا داد و بخدمت نواب مذکور شتافت ہنوز در رام پور زندگانی بعزت بسر می برد"

مولوی محمد عمر صوفی کے متعلق بیان فرماتے ہیں :-

" از اقربائے نواب والاجاہ ارکاٹ مرد ذی استعداد بود گاہے شعر ہم می گفت داعی تخلص می نمود ۱۲۸۶ھ ہجری برائے گزاردن حج رواں شد در بندر بمبئی داعی اجل را لبیک اجابت گفت"

مولوی امداد علی خیر آبادی کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں :-

" امداد علی امداد متوطن خیر آباد حنفی مذہب از دوستان راقم الحروف بود

در ۱۲۸۵ھ ہجری انتقال نمود"

مرزا غالب کے متعلق تحریر فرماتے ہیں :-

"نجم الدولہ دبیر الملک مرزا اسد اللہ خاں بہادر نظام جنگ المتخلص بغالب اکبر آبادی المولد دہلوی المسکن ست نسبتش بافراسیاب و جمشید منتہی می شود دیوان اردو و دیوانِ کلیات فارسی مہر نیم روز ماہ نیم ماہ پنج آہنگ دستنبو قاطع برہان تیغ تیز عود ہندی درفش کاویانی گوہر فشاں قادر نامہ سپا چیں مشتمل قصائد و اشعار کہ بعد طبع کلیات خود فرمودہ است دیوانِ شیریں رد ہئے معنی دلائل اعجاز فضل و بلا فضل ہستند گروہ کثیر از متیجانہ کمالاتش ساغر ادب کشیدہ سر خوش مستند راقم الحروف غائبانہ بدیدن کلام مبینش معتقد گشت واز دور سر فرود آوردہ در حلقہ شاگرداں زانو شکست جناب ممدوح از راہ اخلاق بے پایاں مانند حکمائے اشراقیاں چند مرتبہ توجہ دلی فرمود و اشعار بندہ راکہ ذریعہ نیالیش نامہ ہا فرستادہ بودم اصلاح نمود ..... دوم ماہ ذیقعد ۱۲۸۵ھ در دہلی برحمت حق پیوست و در خلد بریں زیر سایہ طوبیٰ نشست"

مذکورہ بالا شعراء کے علاوہ سید واصل علی کا مختصر تعارف بھی نور دیدہ میں ملتا ہے۔ رقعۂ دوئم میں رفعت نے اپنے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے قصبہ سیہور میں ان سے اپنی ملاقات کا ذکر کیا ہے اور ان کا تعارف اس طرح درج کیا ہے :-

"سید واصل قاضی زادہ شجاعلپور کہ مقرب سرکار نظیر الدولہ جہانگیر محمد خاں بہادر شمشیر جنگ نواب بھوپال واز دوستان والد من بود ..."

قیسات القیاس کے خطوط کے مکتوب الیہم اپنے مراتب و مشاغل، معیارِ علم و طرزِ فکر نیز مزاجی کیفیات کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف و ممیز تھے اور رفعت کے تعلقات بھی تمام لوگوں سے یکساں نوعیت کے نہ تھے لیکن خطوط میں شخصیتوں کا یہ امتیاز و اختلاف بہت زیادہ نمایاں نہیں ہے بلکہ بیشتر خطوط میں گہری مماثلت پائی

جاتی ہے مثلاً ارسطوجاہ مولوی رجب علی کو لکھتے ہیں :۔

"طغرائے عزائے کامرانی منشور لامع النور شادمانی گنج شائگان مراد خزانۂ عامرۂ نقود واتحاد فروغ جبہۂ اقبال نور ناصیۂ جلال تاج تارک افتخار اوج طالع اعتبار نسخۂ شفائے علیل رائحۂ انفاس صاحب انجیل . . . . ."

القاب وآداب کے پیرایہ میں مدح خوانی کا یہ سلسلہ بہت دور تک چلا گیا ہے ارسطوجاہ کے نام رفعت کے پانچ خطوط ہیں اور ہر خط میں اندازِ تحریر یہی ہے ۔ غالب کے نام تحریر کردہ خطوط بھی اسی اندازِ تحریر میں ہونے کے سبب ارسطوجاہ کے نام لکھے گئے خطوط سے گہری مماثلت رکھتے ہیں ۔ مرزا غالب سے مخاطبت کا انداز ملاحظہ فرمائیے :۔

"عقیدت پیوند عباس مستمند گنج شائگان ضراعت وسپاس راسرمایۂ سعادت دوجہاں ونگارش دگزارش نیاز ونیایش را وسیلۂ اجابت مدعا شناختہ بحضرت استاذ شعرائے نامی ملاذ سخنوراں گرامی سلطانِ روم فصاحت خاقانِ چین بلاغت . . حضرت اسد اللہ غالب با صد ہزار فروتنی و نیازمندگی عرض پرداز ست . . ."

مرزا غالب کے نام دوسرے خط میں بھی عقیدت مندی کا یہی انداز ہے :۔

"کلاہ گوشہ نازش بہ هفتمین سپہر می شکنم کامروز آرزو مندنامہ نگاری بجناب اساس شم گل زمین ہندوستان بودہ ام نے نے غلطم بلکہ پیچ جبہ سائی سرنیاز وشکستگی بر آستانِ فیض نشاں شہریارِ عجم خدا وند تیغ وقلم قیصر روم معنی طرازی خاقان چین نکتہ پردازی بہ ہمگی استوار کردہ ام . . . . ."

مولوی گلشن علی جون پوری کے نام تحریر کردہ خط کا اندازِ تحریر بھی دیکھئے :۔

"امروز اگر فرقِ افتخار خود را برتراز سبع سموات ذات البروج دانم بجاست و مرتبۂ اعتبار خود را اگر فوق فلک الافلاک شمارم رواست کہ خامہ یوسفی ہنگامہ بیاآہنگ نامہ نگاری بنام سید والا جاہ برداشتہ خود را از حصولِ ایں سعادت

عظمیٰ ہمسر بلند بختان سلیماں بارگاہ پنداشتہ ام ......"

میر ناصر علی نصیر کے خط کا ابتدائی حصہ بھی ملاحظہ فرمائیے :-

" قیصر روم انشا پردازی، خاقانِ چین سخن طرازی خسرو ایران فصاحت امام صنعائے یمن بلاغت اجلہ خاندانِ سیادت و شرف سلالہ سلسلہ جناب شاہ نجف ...."

دراصل رفعت کو فکرِ معاش دامن گیر تھی اور وہ اپنی انشاپردازانہ صلاحیتوں کے سہارے انگریزی حکومت یا کسی ریاست میں ملازمت حاصل کرنا چاہتے تھے قبسات القباس کے بیشتر خطوط میں ان کی اس غرض کا اظہار ملتا ہے وہ ارسطوجاہ مولوی سید رجب علی کو تحریر کرتے ہیں :-

" .... امروز فرمانروایان ہند و سران ایں کشور پذیر فتن اشارہ گرامی را سرمایہ راحت خودمی دانند و ہویداست کہ بسیار شرفا بدولت سامی فائز المرام بودہ اند من اگر ہم بجائے رسم واز ایں شودہ بوم شوم کہ دیاس حجاج برائے من است رفت کشم و لبقیہ انفاس را جاتے بآرام گزرانم جا دارد دوردستان را باحسان یاد کردن ہمت ست، ورنہ ہر نخلے بپائے خود ثمر می افگند "

حاجی محمد خاں کو تحریر کرتے ہیں :-

" اگر بدولت والا در راحبتان کدام صورت روزگار برآید عین تمنائے من است ...."

شمس الامراء بہادر کے نام ایک مختصر خط رفعت کی تلاش معاش اور ان کی خود داری دونوں کا بیک وقت اظہار کرتا ہے :-

" شریفیم از شرفائے نامدار منشیم مدعا نگار و متصدیم کارگزار سربازم ہنگام کار اگر قابل سرکار باشم کافی والا جواب صافی "

تلاش معاش کے پیشِ نظر رفعت نے اپنے خطوط میں زباں دانی اور انشاء پردازی کے جوہر دکھائے ہیں اس امید پر کہ یہ خطوط شاید تلاش معاش میں سہارا بن جائیں اور یہی

سبب ہے کہ یہ خطوط اپنے مکتوب الیہم کے مراتب و مشاغل کے فرق کے باوجود آپس میں حیرت انگیز مماثلت رکھتے ہیں۔ قبسات القیاس کے خطوط میں رفعت کی طبیعت کے دیگر نقوش بھی دیکھے جا سکتے ہیں مثلاً ادب سے ان کے ربط و تعلق کا اندازہ ان کے بعض خطوط اور تحریروں سے ہوتا ہے۔ منشی کنج بہاری لال کے نام خط میں تحریر کرتے ہیں :۔

"در تذکرہ مراۃ الخیال نوشتہ است کہ روزے در ایوان نورجہاں بیگم شعرا جمع آمدند بیگم فرمائش غزل کرد و شعرا بسبب تنگیٔ قافیہ کہ بیگم گفتہ بود متامل شدند نواب قاسم خاں شوہر منیژہ بیگم خواہر نورجہاں سہ شعر گفتہ بسمع بیگم رسانید بیگم شاد شد و صد تحسین شعر الحسین نمودند و آں ہر سہ شعر این است :

گر شوی سایہ نشیں روزے بہ بخت باغباں ‏ ‏ ‏ سایہ بر خورشید اندازد درخت باغباں
ناخنے چوں دید بے گل باغ را نالید و گفت ‏ ‏ ‏ از چہ رو باگل نرفت ایں جان سخت باغباں
جشن نوروز است و فراش بہار از فیض طبع ‏ ‏ ‏ طرح کرد از سبزہ و گل تاج و تخت باغباں

منشی غلام مرتضیٰ لکھنوی کتاب خاں کہ در نظم و نثر خیلے ماہر و در عہد نصیر الدین حیدر بادشاہ اودھ از مردم نامی بود شعر چہارم گفتہ :

غنچہ دل تنگ است و بلبل تلخ فغاں گل سینہ چاک ‏ ‏ ‏ غالباً تنگ انداز و منع کرخت باغباں

راقم الحروف محمد عباس شعر پنجم گفتہ غزل تمام نمود :۔

از وفور سبزہ و گل در فضائے آں سال ‏ ‏ ‏ می نماید زرد و سرخ و سبز رخت باغباں

ایک خط میں رفعت کی اپنے ایک دوست کے بیٹے سے ملاقات کا ذکر ہے اس خط سے رفعت کی نرم دلی انسانیت اور بے لوث دوستی کا اظہار ہوتا ہے :۔

"حبیب الحبیب ادیب اریب سلمہ الحی المجیب بعد سلام دعا مشہود باد دی کہ عید سعید ماہ صیام بود عبد المجید پسر عبد الحمید مرحوم بے ریا آمد پرسیدم کہ حالا کجائی و چہ کار داری گریہ کرد و جواب داد کہ پدرم تے بہ بود بر آمدہ ام بیکاری مرا پامال

کردہ وچہار ماہ علاج طبیب کردم رفتے بھی دیدم حالا مراد بیابید بکمال بے برگی رسیدہ ام برحال دے بسیار کہ بدیدہ گردیدم وسی روپیہ دادم وایما کردم کہ بدید دبرادر پیوند در بدر آبرد مدہ یدم طبیبا دب بوسیدہ وداع کردم راہی گردید"

رفعت نے اپنی ضمانت پر کسی صراف سے علی جان نقاش کو کچھ رقم قرض دلوادی تھی ۔ رقم وقت پر واپس نہ ہوتی صراف نے رفعت کو یاد دہانی کرائی انھوں نے نقاش کو جو خط لکھا ہے وہ دلچسپ ہے :

امروز تقاضائے صراف بابت دراہم کہ ایشاں بضمانت فقیر گرفتہ اند بیش از بیش ست دسر ایں بے سروپا از خجالت وعدہ خلافی شما لگوں در پیش خدا شاہد کہ مزاجم از ہجو ریش ست وضع ارباب دنیا چوں گرگ در کسوت میش تمید انستم کہ شمارا چنیں کیش ست کہ ظاہر شما نوش و باطن نیش امروز زر دادن باعث عیش است ورنہ فردا ہنگامہ رنج وطیش"

قبسات القباس میں ہجو نگاری کے بھی کئی نمونے ہیں ان میں سے ایک ملاحظہ فرمائیے :-

"افتاد طشت از بام ومرد چراغ از سر شام عصمت بی بی از بے چادری بود ایدون جوہر ذاتی رونمود سال نوازش بہار پیدا دپوست فظا غلیظ القلب ہویدا شد وصنوئے بیخ شکست پیرورع رخت بست . . . . چوں نفس امارہ شدہ درحقیقت بے چارہ شدہ بست بریدی ہاکمر خود جیست فراواں قحبہ زناں راجیست دست خیانت درامانت دراز کرد وباب آب ریختن بازا انجام ایں آغاز معلوم وآخر ایں اول قرین سایہ بوم"

مختصر یہ کہ قبسات القباس میں رفعت کی زندگی کے متعدد پہلو دیکھے جاسکتے ہیں ۔ ان تحریروں میں ان کی دوستی کا خلوص بھی ہے، رسمی ملاقات کا کھردرا پن بھی اور غصہ کی گرمی بھی ؛ ان میں خود شناسی بھی ہے خودداری بھی اور حرف مدعا کا اظہار بھی ہے ؛ ان میں تعریف

و توصیف بھی ہے اعتراف حقیقت بھی اور ہجو بھی؛ ان میں ادب بھی ہے تہذیب بھی اور حدودِ ادب و تہذیب سے تجاوز بھی۔

قبسات القیاس کی ایک نمایاں صفت نثر کے درمیان اشعار کا استعمال ہے رسالہ میں ابتدا سے انتہا تک بمشکل چند تحریریں ایسی ہوں گی جن میں اشعار کا استعمال نہیں ورنہ بیشتر تحریریں اشعار سے آراستہ و پیراستہ ہیں اور اشعار کا استعمال اکثر ایسا برمحل ہے کہ اس سے نثر کا حسن دوبالا ہوگیا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رفعت کو اشعار کے استعمال کا صرف شوق ہی نہیں سلیقہ بھی ہے (مضمون کی طوالت کے پیش نظر صرف دو مثالیں کافی ہوں گی۔) مرزا غالب کا خط نہ آنے اور خیریت معلوم نہ ہونے پر اپنی طبیعت کے اضطراب کو ایک شعر کے ذریعہ ظاہر کیا ہے:۔

بجستجوے خبر جانم از دریچہ گوش ‏ ‏ ‏ زماں زماں بسر راہ کارواں آید

ایک خط میں بھوپال میں اپنی ناکامی اور یہاں سے دل برداشتگی کا اظہار کرتے ہوتے دو شعر تحریر کئے ہیں:۔

ہر چند کہ خوں شد ز تپیدن نفس ما ‏ ‏ ‏ صیاد بنا و یخت بہ گلبن قفس ما

تا دامن گل بس کہ نشد دسترس ما ‏ ‏ ‏ چوں غنچہ گرہ شد بدل ما ہوس ما

رفعت نے صرف اشعار کے استعمال ہی پر اکتفا نہیں کی ہے بلکہ بعض خطوط میں پوری پوری غزلیں نقل کردی ہیں اس میں شک نہیں کہ اشعار کے برمحل استعمال سے نثر کا حسن دوبالا ہوجاتا ہے نثر میں اشاریت پیدا ہوجاتی ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اشعار کے کثرت استعمال سے نثر کی شگفتگی کو ابھرنے کا موقع نہیں ملتا اور تاثر مجروح ہوجاتا ہے یہاں یہ بات بھی قابلِ لحاظ ہے کہ قدیم نثر نگاری میں اشعار کا استعمال ایک وصف سمجھا جاتا تھا اور قبسات القیاس کی نثر میں یہ وصف بدرجۂ اتم موجود ہے۔

قبسات القیاس کی نثر سے رفعت کی مہارت عبارت آرائی کا اندازہ ہوتا ہے۔

رسالہ فارسی میں ہے اور فارسی بھی وہ جس میں عربی کی گہری آمیزش ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رفعت کو عربی و فارسی دونوں زبانوں پر غیر معمولی قدرت حاصل تھی اس رسالہ کی عبارت میں نہ صرف عربی و فارسی الفاظ ایک دوسرے میں شیر و شکر کی طرح گھلے ملے نظر آتے ہیں بلکہ عربی و فارسی کی مفرد و مرکب تراکیب کا استعمال فراوانی سے ہوا ہے کوئی سطر ترکیبوں سے خالی نہیں ہے۔ عربی و فارسی ترکیبوں کے ساتھ ساتھ رفعت نے قافیہ پیمائی کا ثبوت بھی دیا ہے چنانچہ رسالہ ابتدا سے انتہا تک مقفیٰ و مسجع نثر میں ہے جس میں تشبیہ در تشبیہ اور استعارہ در استعارہ بات کہنے کے اسلوب نے وقت اور رنگینی پیدا کر دی ہے۔ رفعت نے پامال قوافی کے استعمال سے حتی الامکان گریز کیا ہے اور اکثر اس میں کامیاب ہوئے ہیں لیکن جہاں کہیں یہ گریز حدِ اعتدال سے تجاوز کر گیا ہے عبارت معمہ بن گئی ہے۔ رفعت نے عبارت آرائی کے شوق اور قافیہ پیمائی کے ذوق میں عربی و فارسی کے نامانوس الفاظ بھی استعمال کئے ہیں۔ دونوں زبانوں کے نامانوس الفاظ کا استعمال کرکے رفعت نے اپنی زباں دانی کا سکہ تو بٹھا دیا لیکن اس سے اسلوب تحریر میں پیدا ہونے والی اجنبیت اور ثقالت کو دور نہ کر سکے۔

مغلیہ سلطنت کا زوال ہندوستان میں فارسی زبان کے زوال کا پیش خیمہ تھا ۱۸۵۷ء صرف مغلیہ سلطنت کے ختم ہو جانے ہی کا اعلان نہیں تھا اس کے ساتھ ساتھ فارسی کی امتیازی حیثیت کے ختم ہو جانے کا اعلان بھی تھا سرکاری اور کاروباری حیثیت ختم ہو جانے کے بعد فارسی صرف ادبی تہذیبی زبان ہو کر رہ گئی تھی اور اس کی جگہ اردو نے حاصل کر لی تھی اردو نے ۱۸۵۷ء سے قبل ہی اپنے دائرہ اثر کو وسیع کر لیا تھا فارسی کے ادیب و شاعر اردو کی طرف متوجہ ہو گئے تھے فارسی کی بالادستی ختم ہو رہی تھی اور اس کے قدرداں بھی کم ہوتے جا رہے تھے چنانچہ فارسی نثار پردازوں میں طرز نو ایجاد کرنے کا حوصلہ بھی باقی نہ رہا تھا صرف پرانے اسلوب بیان کی کامیاب تقلید ہی کو سند کمال سمجھا جانے لگا تھا رفعت اس حیثیت سے قابلِ تعریف ہیں کہ وہ قدیم فارسی اسلوب انشاپردازی کے کامیاب مقلد تھے اور قبسات القبایس ان کی انشاپردازانہ صلاحیتوں کا ایک کامیاب نمونہ ہے۔